



سوال

(188) جمعہ دیہات میں پڑھا جائے یا نہ، اگر پڑھا جائے تو احتیاطاً ہو یا غیر

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ :

اول : جمعہ دیہات میں پڑھا جائے یا نہ، اگر پڑھا جائے تو احتیاطاً ہو یا غیر۔

دوم : جوئی قریرہ سے یا شہر اس میں جمعہ رسول اللہ ﷺ نے پڑھا یا اصحابوں نے رضوان اللہ علیہم۔

سوم : وادی بنی سالم بن عوف مدینہ سے کتنے فاصلے پر ہے۔؟

چارم : رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے تشریف لے گئے ہیں، اس وقت بادشاہ تھے یا نہیں؟

پنجم : حضرت علیؓ کا قول لا جمعۃ ولا تشریق الخ کیا صحیح ہے یا ضعیف ہے؟

ششم : حدیث ابن ماجہ جس سے جمعہ ہونے کے لیے بادشاہ کا ہونا نکلتا ہے وہ کیا ہے اور کیسی ہے، صحیح یا ضعیف اور قرآن سے بادشاہ کا ہونا نکلتا ہے یا نہ۔ بیٹو! تو جروا

الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اول : جمعہ دیہات میں وجوباً و فرضاً پڑھنا چاہیے، اس واسطے کہ ادلہ مثبت و وجوب جمعہ عام ہیں، جیسے آیت اذا [1] نودی للصلاة من یوم الجمعة فاسعوا لی ذکر اللہ الایہ اور حدیث الجمعۃ واجب علی کل محتلم رواہ البوداؤد والنسائی ادلہ مثبت و وجوب جمعہ سے جیسے شہر میں جمعہ واجب و فرض ہونا ثابت ہوتا ہے اسی طرح دیہات میں بھی اور عام جب تک اس کے مقابل کوئی خاص موازن اس کی صحت میں نہ پایا جائے لہذا عموم پر محمول ہوتا ہے اور ادلہ مثبت و وجوب کی لہذا عموم پر باقی رہنے کی تائید روایات ذیل سے ہوتی ہے، جن کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کی ہے۔ (ترجمہ) ”حضرت عمرؓ نے اہل بحرین کو لکھا کہ جہاں بھی تم ہو جمعہ پڑھا کرو، حافظ نے کہا یہ شہروں اور بستیوں دونوں کو شامل ہے، ولید بن مسلم نے کہا، میں نے لیث بن سعد سے پوچھا کہ انہوں نے کہا، ہر شہر یا بستی جس میں کوئی جماعت ہو، ان کو حکم دیا گیا ہے، اہل مصر اور اس کے کناروں پر رہنے والے حضرت عمرو عثمان کے زمانہ میں ان کے حکم سے جمعہ پڑھا کرتے تھے، حالانکہ ان میں بعض صحابہ بھی موجود تھے، حضرت عبداللہ بن عمر مکہ اور مدینہ کے درمیان چشمے والوں کو دیکھتے کہ وہ آنے چشموں پر جمعہ پڑھتے تھے اور عبداللہ بن عمر ان کو منع نہ کرتے۔“



دوم : جوائی قریہ ہے، شہر نہیں ہے۔ صحیح بخاری میں ہے : عن ابن عباس قال اول جمعة جمعت بعد جمعة في مسجد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في مسجد عبد القيس بجوائی من البحرين وني رواية لابن داود قرية من قري البحرین، یعنی مسجد نبویؐ میں جمعہ ہونے کے بعد اول جمعہ مقام جوائی میں ہوا اور ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ جوائی بحران کے قریوں میں سے ایک قریہ ہے، دیکھو ابو داؤد کی نفس روایت ہے جوائی کا قریہ ہونا نسا و صراحتاً ثابت ہے، حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں : قوله بجوائی من البحرين وني رواية وكعب قرية من قري البحرین وني اخري عنه من قري عبد القيس، یعنی وكعب کی روایت میں ہے کہ جوائی بحرین کے قریہ میں سے ایک قریہ ہے اور ان کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جوائی عبد القیس کے قریوں میں سے ایک قریہ ہے، خلاصہ یہ کہ بحرین ایک شہر ہے اور اس شہر کے متعلق متعدد قریے ہیں، انہی قریوں میں سے جوائی بھی ایک قریہ ہے اور علامہ جوہری اور زحشری اور ابن الاثیر نے جو یہ لکھا ہے کہ جوائی بحرین میں ایک قلعہ کا نام ہے، سو یہ جوائی کے قریہ ہونے کے منافی نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ شہر بحرین کا جوائی ایک قریہ ہے اور اسی قریہ میں قلعہ ہے پس جوائی کو قریہ کہنا بھی صحیح ہے اور جوائی کو قلعہ کہنا بھی صحیح ہے، حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ وکلی [2] ابو جہری والزحشری وابن الاثیر ان جوائی اسم حصن بالبحرین وهذا الاینانی کونہا قریہ۔ اور علامہ ابن المتین نے ابو الحسن نخعی سے جو نقل کیا ہے کہ جوائی ایک شہر ہے، سو ابو الحسن کا یہ قول قابل اعتبار اور لائق اعتماد کے نہیں ہے کیونکہ جب خود حدیث سے ثابت ہو گیا کہ جوائی بحران کے قریوں میں سے ایک قریہ ہے تو بھلا مقابلہ اس کے ابو الحسن کا یہ قول کہ جوائی ایک شہر ہے، کب قابل التفات ہو سکتا ہے، علاوہ اس کے ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے بعد جوائی قریہ سے شہر ہو گیا ہو، اسی بناء پر ابو الحسن نے جوائی کو شہر کہا ہو، جیسے مور زمانہ کے بعد بہت سے قریہ آباد ہوتے ہوتے شہر بن جاتے اور بہت سے شہر ویران ہوتے ہوئے قریہ ہو جاتے ہیں۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں : وکلی [3] ابن التین عن اب الحسن اللخمی انہا مدینة وما ثبت فی نفس الحدیث من کونہا قریة صحیح احتمال ان تخون فی الاول قریة ثم صارت مدینة انتہی۔ اور قریہ جوائی میں رسول اللہ ﷺ نے جمعہ نہیں پڑھا ہے بلکہ آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے پڑھا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ صحابہ نے جوائی میں آپ کے حکم سے جمعہ پڑھا، اس واسطے کہ صحابہ کی یہ عادت تھی کہ بلا حکم اور بلا اجازت رسول اللہ ﷺ کے کوئی شرعی اور دینی کام محض اپنی طرف سے قائم و جاری نہیں کرتے تھے۔ امام بیہقی معرفۃ السنن میں لکھتے ہیں : وکانو [4] الایستندون بامور الشرع بحمیل تیا تم فی الاسلام فالاشبه انہم لم یقیموا فی هذه القریة الا بامر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہی۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں : والظاهر [5] ان عبد القیس لم یجمعوا الا بامر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما عرف من عادة الصحابة من عدم الا ستبدال بالامور الشرعیة فی زمن الوحي ولانہ لو کان ذلک لایجوز لمنزل فیہ القرآن کما استدل جابر والیوسید علی جواز العزل فانہم فعلوه والقرآن ینزل فلم ینواعنہ انتہی۔ واللہ اعلم

سوم : وادی بنی سالم بن عوف مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر یا ایک میل سے کچھ کم یا زیادہ پر واقع ہے، اس واسطے کہ وادی بنی سالم مدینہ اور قبا کے درمیان واقع ہے اور قبا مدینہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ تلخیص البحر میں ہے۔ روی [6] البیہقی فی المعرفة عن المغازی ابن اسحق وموسی بن عقبہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حین ركب من بنی عمرو بن عوف فی ہجرتہ الی المدینة مر علی بنی سالم وھی قریة بین قبا والمدینة فادرکنہ الجمعة فصلى فیہم الجمعة وکانت اول جمعة صلاحا حین قدم۔ اور مجمع البحار میں ہے۔ قبا [7] بضم قاف وفتح موحدة مع مدوقصر موضع یسلیان او ثلاثہ من المدینة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چہارم : رسول اللہ ﷺ جب سے مبعوث ہوئے اسی وقت سے آپ کو نبوت اور حکومت اور سلطنت عطا ہوئی، مگر زمانہ ہجرت تک آپ کو غلبہ نہیں تھا اور اسلام میں اس وقت اور اس کے بعد کچھ اوردنوں تک ہر طرح کی غربت تھی۔

پنجم : حضرت علیؑ کا یہ قول صحیح ہے، ابن حزم نے اس قول کی تصحیح کی ہے، جیسا کہ نیل الاوطار صفحہ 110 جلد 3 میں علامہ شوکانی نے لکھا ہے اور حافظ ابن حجر درایہ میں لکھتے ہیں۔ حدیث [8] لاجمعة ولا تشریف ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع لم اجده وروی عبد الرزاق عن علی موقفا لا تشریق ولا جمعة الا فی مصر جامع واسنادہ صحیح انتہی۔ اور فتح الباری صفحہ 380 جلد 2 میں لکھتے ہیں : ومن [9] ذلک حدیث علی لاجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع اخرجه ابو سعید باسناد صحیح الیہ موقفا۔ مگر یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت علیؑ کے اس قول سے (جس میں قیاس و اجتہاد کو دخل ہے اور ساتھ اس کے آیت قرآن و احادیث صحیحہ کے اطلاق و عموم کے خلاف ہے و نیز اقوال و افعال دیگر صحابہ کے معارض ہے و نیز معلوم نہیں کہ اس قول میں مصر سے ان کی کیا مراد ہے اور اس قول سے ان کا اصل مقصود کیا ہے) صحت جمعہ کے لیے مصر کا شرط ہونا ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا اور اس قول سے آیت قرآنیہ و احادیث مرفوعہ کی ہرگز ہرگز تخصیص نہیں ہو سکتی۔

ششم : ابن ماجہ کی وہ حدیث یہ ہے : (ترجمہ) ”جابر نے کہا : رسول اللہ ﷺ نے ہم کو خطبہ دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر جمعہ فرض کیا ہے، میرے اس مقام، اسدن، اس شہر، اس سال میں اور قیامت تک فرض ہے جس نے اس کو میری زندگی یا وفات کے بعد چھوڑ دیا اور اس کا کوئی امام عادل یا ظالم ہو، الحدیث۔“



یہ حدیث بالکل ہی ضعیف ہے اس حدیث کا ایک راوی عبداللہ بن محمد العدوی متروک الحدیث ہے، امام وکیع نے فرمایا کہ یہ عبداللہ بن محمد العدوی جھوٹی حدیثیں بنایا کرتا تھا۔ امام بخاری نے فرمایا کہ یہ شخص منکر الحدیث ہے یعنی اس شخص سے حدیث روایت کرنا حلال نہیں ہے، ابن حبان نے فرمایا کہ اس شخص کی سے احتجاج جائز نہیں ہے، تقریب التہذیب میں ہے۔ عبداللہ [10] بن محمد العدوی متروک الحدیث راہ وکیع بالوضع انتہی میزان الاعتدال میں ہے۔ قال [11] البخاری منکر الحدیث وقال وکیع یضع الحدیث وقال ابن حبان لا یجوز الاحتجاج بخیرہ انتہی اور میزان میں ابان بن جلد کے ترجمہ میں مرقوم ہے۔ نقل [12] ابن القطان ان البخاری قال کل من قلت فیہ منکر الحدیث فلا تحل الروایۃ عنہ انتہی۔ اور عبداللہ بن محمد العدوی کے علاوہ اس حدیث کے بعض اور راوی بھی ضعیف ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ابن ماجہ کی یہ حدیث بالکل ضعیف اور ناقابل احتجاج ہے اور قرآن سے صحت جمعہ کے لیے بادشاہ کا ہونا نہیں نکلتا ہے، بلکہ قرآن سے یہ نکلتا ہے کہ اقامت جمعہ ہر مقام میں جائز و درست ہے، دیہات ہو یا شہر بادشاہ ہونہ ہو اور اقامت جمعہ کے لیے بادشاہ کا ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، کتبہ محمد عبدالحق ملتانی عفی عنہ (سید محمد نذیر حسین)

- [1] جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان کسی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور حدیث جمعہ ہر جوان آدمی پر واجب ہے۔
- [2] جوہری و زنجشیری اور ابن اثیر نے بیان کیا ہے کہ جو اٹھ سحر میں ایک قلعہ کا نام ہے اور یہ بستی ہون کے منافی نہیں۔
- [3] ابوالحسن نجفی لکھتے ہیں، کہ جو اٹھ شہر ہے اور جو حدیث میں بستی کا لفظ آیا ہے، ممکن ہے کہ پہلے وہ بستی ہو اور بعد میں شہر بن گیا ہو۔
- [4] اپنی نیتوں کے لہجہ ہونے کے باوجود وہ شرعی کاموں کو از خود شروع نہیں کیا کرتے تھے تو گمان یہی ہوتا ہے کہ انہوں نے جمعہ نبی ﷺ کے حکم سے شروع کیا ہوگا۔
- [5] ظاہر یہی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کے حکم سے جمعہ شروع کیا تھا، کیونکہ صحابہ عادت معلوم ہے کہ وہ امور شرعیہ کو از خود شروع نہیں کیا کرتے تھے اور اگر بستی میں جمعہ ناجائز ہوتا تو قرآن نازل ہو رہا تھا۔
- [6] اس میں اس کی مخالفت نازل ہو جاتی جیسا کہ عزل کے جواز میں جابر اور ابوسعید نے قرآن نازل ہونے پر استدلال کیا تھا۔
- [7] نبی ﷺ جب بنی عمرو بن عوف کے محلہ سے ہجرت کر کے مدینہ جانے لگے تو بنی سالم کی بستی میں جمعہ کا وقت ہو گیا اور یہ بستی قبا اور مدینہ کے درمیان تھی وہاں آپ نے جمعہ پڑھایا اور یہ ہجرت کے بعد سب سے پہلا جمعہ تھا۔ (قبا مدینہ منورہ سے دو یا تین میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے)
- [8] یہ حدیث کہ جمعہ، تشریق اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ بڑے شہر ہی میں ہوتی ہے یہ حدیث کہیں نہیں دیکھی گئی ہاں حضرت علیؓ کا قول ہے یعنی حدیث موقوف ہے اور سند صحیح ہے۔
- [9] حدیث لا جمعۃ ولا تشریق حضرت کا موقوف قول ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔
- [10] عبداللہ بن محمد عدوی متروک ہے، وکیع نے کہا یہ حدیثیں بنانا تھا۔
- [11] بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے، وکیع نے کہا یہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا، ابن حبان نے کہا اس کی حدیث سے استدلال جائز نہیں۔
- [12] امام بخاری نے کہا ہر وہ آدمی جس کے متعلق میں منکر الحدیث کہوں، اس سے روایت کرنا جائز نہیں ہے۔



فتاویٰ نذیریہ

جلد 01 ص 590

محدث فتویٰ